شیخین سا جہاں میں کوئی معتبر کہاں

پروفیسر خالد شبیر احمد

صرف یہ کہہ دینا کہ اسلام میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا بڑا مقام ومرتبہ ہے، کافی نہیں کہ اس سے وہ حقیقت واضح نہیں ہوتی جس کا تقاضا دین اسلام، اہل اسلام سے کرتا ہے۔ خود میرا اپنا معاملہ بھی یہی تھا جب تک میں نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر ''معارف القرآن'' کی تمام جلدوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس مطالعے سے پہلے اور بعد میں جو تبدیلی میرے دل و دماغ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے پیدا ہوئی اسے الفاظ میں بیان کرنا قدرے مشکل ہے۔ تفسیر میں ایسے واقعات میرے سامنے آئے کہ اگر کسی صحابی سے کسی غفلت یا پھر تساہل سے کوئی غلطی ہوئی کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع نازک کو رنج پہنچا تو اللہ تعالیٰ خود صحابہ کی سفارش کرتے نظر آئے کہ ''اے میرے محبوب میں نے انہیں معاف کر دیا ہے آپ بھی انہیں معاف کر دیں اور انہیں اپنی مشاورت میں اسی طرح شریک رکھیں جس طرح اس واقعے سے پہلے شریک رکھتے رہے ہیں۔ یعنی صرف معاف ہی نہ کریں بلکہ ان کے مقام ومرتبہ کو بھی برقرار رکھیں۔ میں یہاں پر ان واقعات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف سیرت میں ایک واقعے کی طرف ہی اشارہ کافی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا کیا مقام تھا اور وہ کس طرح انہیں چاہتے تھے۔ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ اپنے پاس سے ان غریب صحابہ کو اٹھا دیں تو ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھنے اور آپ کی بات سننے کے لیے تیار ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر وقت یہی خیال فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص دینِ اسلام میں داخل ہو جائے، مشرکین کے اس پیغام پر صحابہ سے مشاورت کا فیصلہ فرمایا۔ اس مشاورت میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور مشاورت کے بعد فیصلہ یہی ہوا کہ ایسے سب صحابہ جن میں حضرت بلال حبشی، حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم تو اپنے ہی ہیں اگر انہیں عارضی طور پر نظر انداز کرنے سے مشرکین مکہ کی ایک تعداد میرے پاس آ کر بیٹھ جائے اور ان میں کوئی ایک دو ہی اسلام قبول کر لیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ جب آپ نے فیصلہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا کہ مشرکین آپ کے پاس آئیں یا نہ آئیں آپ ان صحابہ کو اپنے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کر سکتے۔

یہ بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ جس طرح ہر نبی، نبی ہونے کی وجہ سے برابر ہے، فضیلت میں برابر نہیں۔ بعض انبیاء کو بعض انبیاء پر فضیلت حاصل ہے جیسے بعض راتوں کو بعض راتوں پر فضیلت حاصل ہے، بعض دنوں کو بعض دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض مہینوں کو بعض مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح بعض صحابہؓ کو بھی دوسرے صحابہؓ پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود سب صحابہ صحابی ہونے کی نسبت سے برابر ہیں۔ قرآن پاک میں ستائیسویں پارے کی

ایک آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

”برابر نہیں تم میں سے وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا فتح سے پہلے اور جہاد کیا اس نے اس شخص کے ساتھ جس نے ایسا نہ کیا۔ وہ لوگ جو فتح سے یہ کام کر چکے بزرگ ہیں مراتب میں ان لوگوں سے جنہوں نے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور فتح کے اور ہر ایک کو وعدہ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اچھی چیز یعنی نجات کا اور اللہ تعالیٰ واقف ہے جو تم کرتے ہو۔“

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سب صحابہ کرام کا مرتبے اور فضیلت کے اعتبار سے یکساں ہونا ثابت نہیں ہے۔ بعض صحابہ دوسرے صحابہ سے افضل بھی ہیں اور اکمل بھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر کوئی شخص تم میں سے کوہِ احد کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ ان (یعنی صحابہ) کے ایک مد یا نصف کے خرچ کے ثواب کے برابر نہیں ہوسکتا من قبل فتح کے (اور فتح سے مراد علما فتح مکہ لیتے ہیں)

بعض مفسرین کے خیال کے مطابق یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ محمد بن فضیل نے کلبی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ سب سے پہلے وہی اسلام لائے اور سب سے پہلی انہی نے اللہ کے راہ میں مال خرچ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے پہلے تلوار ہاتھ میں لے کر اپنے مسلمان ہونے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان حضرت ابوبکر صدیق نے ہی کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو باقی تمام صحابہ پر فضیلت ہے۔ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی شخصیت ہے کہ جنھیں باقی تمام صحابہ پر فضیلت کا شرف حاصل ہے۔ ان دونوں صحابہ کے لیے ”شیخین“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے عمار! ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے جبریل عمر بن خطاب کے وہ فضائل جو آسمان میں فرشتوں کے درمیان موجود ہیں بیان کرو۔ جبریل نے جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ سے عمر کے فضائل اس مدت تک کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت میں رہے یعنی ساڑھے نو سو برس تک بیان کرتا رہوں پھر بھی ان کے فضائل ختم نہ ہوں گے باوجود اس کے حضرت حضرت ابوبکر کا وہ مرتبہ ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ جنت کے کئی دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے اس دروازے سے آ، یہ بہت اچھا ہے۔ پھر جو کوئی اہل نماز سے ہوگا وہ نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو اہل جہاد سے ہوگا، وہ جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے اور جو اہل صیام سے ہوگا وہ صیام کے دروازے سے بلائے جاؤ گے۔ جس کا نام باب الریان ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو شخص ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اس کو تو پھر کسی قسم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یارسول اللہ ایسا بھی کوئی شخص ہوگا جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اس پر حضور صلی اللہ نے فرمایا اے ابوبکر

میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہیں میں سے ہو گے جو ان سب دروازوں سے بلائیں جائیں گے۔

''بخاری نے بروایت حماد ثابت سے، انھوں نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا پوچھا کہ کب ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اس نے عرض کیا کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ کو اس کے رسولوں کو دوست رکھتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے تم محبت کرتے ہو قیامت میں اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ ایسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی کہ تم اسی شخص کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو، کیونکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، اور چونکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں اس لیے امید رکھتا ہوں کہ قیامت میں انہیں کے ساتھ ہوں گا۔ گو میں نے ان جیسے کام نہیں کیے۔''

شیخین کے جنتی ہونے کے بارے میں کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:

''جنت میں اوپر والوں کو نیچے کے درجے والے ایسا روشن دیکھیں گے جیسے تم اس ستارے کو روشن دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارے پر ہو اور بے شک ابوبکرؓ و عمرؓ انہی اوپر والے درجے والوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی اچھے ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا (یہ بھی حضرت ابوسعید خدری سے ہی روایت کی گئی ہے) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے دو وزیر زمین والوں میں سے اور دو وزیر آسمان والوں میں سے نہ ہوں۔ چنانچہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکر و عمر ہیں۔''

ابوداؤد نے بروایت لیث ابوزبیر سے انھوں نے حضرت جابر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔''

اور حضرت جابر ہی کا ارشاد ہے:

''اس وقت ایسے صحابہ کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔''

ان تمام بیان کی گئی احادیث سے شیخین کی فضیلت و فوقیت تمام دوسرے صحابہ پر ثابت ہوتی ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام صحابہ کا درجہ ان کے بعد ہے اور یہی وہ واحد سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد باقی اہل مدینہ کی نگاہ یکے بعد دیگرے انہی حضرات یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی اور انھیں ہی منصبِ خلافت پر فائز کیا گیا۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما نے اس بار خلافت کو بڑی دیانت داری، خوبصورتی، جانفشانی، ایثار اور خلوص کے ساتھ نبھایا۔ ان دونوں کا معیار خلافت اتنا بلند اور باوقار ہے کہ بے اختیار انھیں داد دینا پڑتی ہے۔

''ہٹی'' جیسا معروف عرب تاریخ دان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کو داد دیتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ:

''یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی ڈھائی سال نہیں ڈھائی صدیاں حکومت کرتا رہا ہو حضرت ابوبکر صدیق کے

دورحکومت میں کس قدر گہرائی اور تمکنت، وقار، عزم، اور ایثار نظر آتا ہے کہ بے اختیار یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ اگر آپ کی جگہ کوئی دوسرا خواہ حضرت عمر فاروق ہی کیوں نہ ہوتے تو وہ بھی ایسے کارنامے سرانجام نہ دے سکتے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں سرانجام دیے۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ منکرینِ زکوۃ کے خلاف کارروائی کرنے کے خلاف تھا۔ جس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جواب تھا کہ:

''میں یہ تو برداشت کرسکتا ہوں کہ دشمن کی فوجیں مدینہ میں آکر ہماری عورتوں کو ان کے بالوں سے گھسیٹتے پھریں لیکن یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے سامنے کوئی زکوۃ سے انکار کردے اور میں خاموش رہوں، میری آج کی یہ خاموشی کل کو نماز کے انکار کا سبب بھی بن سکتی ہے تو پھر دین کس چیز کا نام رہ جائے گا۔ منکرینِ ختم نبوت اور منکرینِ زکوۃ کے خلاف آپ کا حکم قتال ہی اسلامی حکومت کا استحکام اور اس کے دشمنوں پر رعب اور دبدبہ کا سبب بن گیا اور دشمنوں کو اس بات کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ مدینے کی طرف رخ کریں۔''

حضرت ابوبکر صدیق ہوں یا پھر حضرت عمر فاروق دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار حکومت کو ہر لحاظ اور ہر زاویے سے برقرار رکھا۔ عدل وانصاف کا معاملہ ہو یا پھر بیت المال کا تقسیم کا معاملہ، معاشرتی مساوات کا معاملہ ہو پھر تقسیم فے میں مساوات کا مسئلہ۔ حاجت مند کی کفالت کا فریضہ ہو تعلیم کی اہمیت، اطاعت الٰہی کی بات ہو لوگوں کی درخواستیں سننے اور ان کے اعتراض کا حق ہو۔ شیخین نے ان تمام فرائض کا حق ادا کردیا ایسا کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ایسے حکمران نہ تو زمانہ نے اس سے پہلے دیکھے نہ ان کے بعد۔

''حضرت ابوبکر صدیق نے خلیفہ بننے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا اس میں آپ نے واضح کردیا کہ میری اطاعت تمہارے اوپر اس وقت تک اور صرف اس وقت تک فرض ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں اور اگر میں اس سے منحرف ہوجاؤں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں رہے گی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پہلے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ:

''ایک حاکم کو سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ لوگوں کے اندر جو چیز دیکھنی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق و فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں ان کو وہ ادا کررہے ہیں یا نہیں۔ ہمارا فرض صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جس اطاعت کا حکم دیا ہے اس کا حکم دیں اور جس نافرمانی سے روکا ہے اسے روکیں۔'' (کتاب الخراج، ص ۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وہ تقریر جو آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرتے ہوئے کی تھی وہ بھی آج کل حکمرانوں کے لیے ایک ایسا آئینہ ہے جس میں وہ اپنا مدقوق چہرا دیکھ سکتے ہیں کہ کس حیثیت اور کتنی اونچی شان والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین خلیفۃ الرسول بلافصل کس عاجزی کے ساتھ اپنے آپ کو اہل اسلام کے سامنے پیش کردیا ہے۔ اور تم جو ان کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی فضیلت نہیں رکھتے تو کس انداز سے سوچتے ہو۔ کہ تمہاری سوچ اور نمرود، فرعون کی سوچ میں کچھ فرق ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا:

''اے لوگو! میں بالکل تمہاری طرح کا آدمی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم ممکن ہے تم مجھ سے زیادہ امید باندھ بیٹھو جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پوری فرما سکتے تھے۔ (ایسا صحیح نہیں ہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور تمام شیطانی آفتوں سے آپ کو محفوظ کیا تھا۔ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ میرا مقام

صرف متبع کا ہے میں بہر حال کوئی نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں، اگر نبی کی راہ پر استوار رہوں تو میری پیروی کرنا اگر راہ سے ہٹ جاؤں تو مجھے راستے پر لانا۔

اب آخر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ بھی پیش خدمت ہے جس میں ان کا احساسِ حکمرانی صاف صاف نظر آتا ہے۔آپ نے خلیفہ بننے کے بعد فرمایا:

''میں اپنے آپ سے بھی حق وصول کروں گا۔اور اگر مجھ سے کوئی اعتراض ہوگا تو میں خود بڑھ کر اپنی معذرت پیش کروں گا۔تو جس شخص کو کوئی ضرورت ہو یا اس کو کسی ظلم کی شکایت ہو یا میرے عمال کے کسی رویے پر اعتراض ہو تو وہ مجھے باخبر کردے اور میں تم میں سے ایک آدمی ہوں۔تمہاری بہبود مجھے عزیز اور تمہاری تکلیف مجھے شاق ہے اور میں اس امانت اور ذمہ داری کے لیے تمہارے سامنے جواب دہ ہوں۔''

پھر آپ نے اس خطبے کے اعلان کو کس صداقت کے ساتھ نبھایا، اس کی پوری خلافتی تاریخ ان کی گواہ ہے لوگ بڑے دھڑلے کے ساتھ بلا جھجک ان کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرتے اور آپ نے اپنی خلافت کے دوران بڑے کھلے دل کے ساتھ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے تنقید کے لیے پیش کیا ایسے کئی واقعات ہیں۔ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ مسجد سے نکلے کہ جارود عبدی نامی آپ کے ساتھ تھے۔چند قدم ہی آپ چلے ہوں گے۔ایک خاتون نے آپ کے سامنے آکر بڑے تلخ لہجے میں آپ کو سلام کیا اور بڑی بے خوفی کے ساتھ بولیں بلکہ آپ پر برس پڑیں۔اس نے کہا:

''اے عمر تم پر افسوس ہے۔میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا کہ تم عمیر عمیر کہلاتے تھے اور لٹھیا لیے دن بھر عکاظ میں بکریاں چراتے پھرتے تھے۔اس کے بعد میں نے تمہارا وہ زمانہ بھی دیکھا جب تم عمر کہلانے لگے اور اب یہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ امیر المؤمنین بنے پھر رہے ہو، رعایا کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرے گا وہ آخرت کے بعید عالم کو اپنے آپ کے قریب پائے گا اور جس کو موت کا ڈر ہوگا وہ ہمیشہ اس فکر میں رہے گا کہ اللہ کی دی ہوئی کوئی فرصت رائیگاں نہ ہونے پائے۔جارود نے یہ تقریر سننے کے بعد اس خاتون سے کہا کہ آپ نے امیر المؤمنین سے بڑی زیادتی کی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جارود سے مخاطب ہوکر جواب میں فرمایا کہ یہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے انھیں کہنے دو۔تمہیں شاید علم نہیں کہ یہ خولہ بنت حکیم ہیں ان کی بات تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تو عمر کی کیا ہستی ہے کہ ان کی بات کو نہ سنے۔

ان خاتون کے بارے میں کتابوں میں ملتا ہے کہ ان کے شوہر نے انہیں جاہلیت کے طریقے جسے ظہار کہا جاتا ہے طلاق دے دی تھی انھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے اس کا شکوہ کیا اور سورہ مجادلہ میں اس کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شکایت سنی اور کفارۂ ظہار کا حکم نازل فرمایا۔(اسلامی ریاست، امین حسن اصلاحی، ص۱۵۴)

ہے اعتبار پاس وفا ان کی زندگی
شیخین سا جہاں میں کوئی معتبر کہاں

(نوٹ: اوپر تحریر کی گئیں تمام احادیث ازالۃ الخفاء سے لی گئی ہیں۔)